مرثیہ

مرثیہ خالص موضوعی صنف ہے۔ فارسی ہی نہیں بلکہ عالمی شعر و ادب میں یہ صنف بہت ہی خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے۔ مرثیہ اصلاً ایک رزمیہ نظم یا حماسی شاعری کی ایسی قسم ہے جس میں مرنے والے کی تعریف وستائش اور اس کی موت پر رنج وغم کا بیان ہوتا ہے۔ لفظ مرثیہ ''رثا'' سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی مرنے والے کی تعریف و توصیف یا موت پر آہ وزاری کرنے کے ہیں۔ اسی رعایت سے یہ بات کہی گئی ہے کہ زندوں کی تعریف قصیدہ اور مردوں کی تعریف مرثیہ ہے۔ حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ مرثیے ایسی عظیم شخصیتوں کی شان میں کہے گئے ہیں جو مر کے بھی زندۂ جاوید ہیں۔

مرثیے کو ہم تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلی قسم ''تشریفاتی اور رسمی مرثیہ'' ہے۔ ایسے مرثیے بزرگانِ قوم، سلاطین وقت اور اربابِ حل وعقد کی موت پر کہے جاتے ہیں۔ محمود غزنوی کی موت پر لکھا گیا فرخی سیستانی کا مرثیہ اس کی مثال ہے۔ یہ مرثیہ قصیدے کی ہیئت میں ہے۔ دوسری قسم ''مرثیۂ رسمی و خانوادگی'' ہے۔ اس قسم کے مرثیوں میں شاعر خانوادے کے ان افراد اور اعزہ واحباب کا ذکر کرتا ہے جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ گویا تعزیتی نظم کی ایک صورت ہے۔ تیسری قسم ''مرثیۂ مذہبی'' ہے۔ ایسے مرثیوں میں مذہبی رہنماؤں کی وفاتِ حسرت آیات کا ذکر ہوتا ہے۔ ان قسموں کے علاوہ مرثیے کی ایک شکل ''شہر آشوب'' بھی ہے۔ سعدیؔ کا مرثیۂ بغداد اسی ضمن میں آتا ہے۔

مذہبی مرثیوں کا سب سے نمایاں حصہ شہادتِ امام حسینؓ اور واقعۂ کربلا سے متعلق ہے۔ کربلائی ادب نثر و نظم دونوں میں موجود ہے۔ نثر میں ''روضۃ الشہدا''، ''طوفان البُکا'' اور ''اسرارِ شہادت'' مشہور کتابیں ہیں۔ مرثیہ نگار کی حیثیت سے سب سے بڑا نام محتشم کاشانی کا ہے۔ قاچاری دور کے مرثیہ نگاروں میں سروشؔ اصفہانی اور صباحیؔ کاشانی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہندستان میں کسی نامعلوم شاعر کی مثنوی ''بحرِ غم'' اور انیسویں صدی میں مظفر علی اسیرؔ لکھنوی کی مثنوی

''کربلای معلیٰ''، بھی موضوعی اعتبار سے مرثیوں کے ذیل میں ہی آتی ہے۔

مرثیہ میں چونکہ واقعات و بیانات کا منطقی ربط ہوتا ہے اس لیے شعرا چند اجزا کی پابندی کرتے ہیں تا کہ ارتقائی کیفیت پیدا ہو سکے۔ مثلاً چہرہ (تمہید)، سراپا، رخصت، آمد، رجز، رزم، شہادت، بین اور دعا جیسے عناصر مرثیوں میں پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی درست ہے کہ کربلائی مراثی میں ان اجزا کی پابندی مکمل طور پر نہیں ہوتی اور شاعر کسی ایک منظر تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتا ہے۔

محتشم کاشانی

شمس الشعرا ملاّ محتشم کاشانی کا شمار صفوی دور کے اہم ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا اصل نام علی اور بعض نے کمال الدین لکھا ہے۔ ان کے والد کا نام خواجہ میر احمد ہے۔ ایران کا مشہور شہر کاشان ان کا وطن ہے، اسی مناسبت سے وہ محتشم کاشانی یا کاشی سے مشہور ہیں۔ ''ملاّ'' اور ''شمس الشعرا'' ان کا لقب ہے۔ یہ شاہ طہماسپ صفوی کے درباری شاعر ہیں۔ تذکروں میں ان کا سالِ پیدائش مذکور نہیں البتہ وحشی کرمانی اور عرفی شیرازی ان کے ہم عصر ہیں۔ ملاّ محتشم کاشانی کی وفات ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں ہوئی۔

ملاّ محتشم کاشانی کی تصانیف میں ''دیوان'' کے علاوہ ''رسالہ جلالیہ'' اور ''نقلِ عشاق'' مشہور ہیں۔ انھوں نے غزلیں بھی کہیں اور قصیدے بھی لکھے لیکن ان کی اصل شناخت مرثیہ نگاری سے قائم ہوئی۔ وہ فارسی شاعری کی تاریخ میں اپنی رثائی اور کربلائی شاعری کے حوالے سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔

محتشم کے مرثیوں میں بھرپور تاریخی اور عالمانہ شان پائی جاتی ہے۔ کلاسیکی اور بنیادی لوازم بدرجۂ اَتم موجود ہیں۔ مرثیہ نگاری میں کوئی شاعر محتشم کاشانی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکا۔ یہی سبب ہے کہ انھیں اس فن میں ''سرآمدِ شعرا'' کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا مرثیہ ''دوازدہ بند'' بہت مشہور ہے۔

مسدس کے علاوہ ان کے مراثی اس ہیئتِ شاعری میں بھی ہیں جو قصیدے کی ہیئت ہے۔

مرثیۂ امامِ حسینؓ

محتشمؔ کاشانی

این زمینِ پُر بلا را نام دشتِ کربلاست
ای دلِ بیدرد آہ آسمان سوزت کجاست
این بیابان قتل گاہِ سیّدِ لب تشنہ است
ای زبان وقتِ فغان، وی دیدہ ہنگامِ بکاست
این قضا دارد ہنوز از آہِ مظلومان اثر
گر ز دودِ آہِ ما عالَم سیہ گردد رواست
این مکان بودہ است روزی خیمہ گاہِ اہل بیت
کز حبابِ اشکِ ما امروز گردش خیمہ ہاست
پا درین مشہد بحرمت نہ کہ فرشِ انورش
لالہ رنگ از خونِ فرقِ نورِ چشمِ مرتضاست
دوست را گر چشم ازین حسرت نگرید وای وای
کز تاسف دشمنان را بر زبان واحسرتاست

می شود شام از شفق ظاہر کہ بر بامِ فلک
سرنگون از دوشِ دوران رایتِ آلِ عبا ست
طفل مریم بر سپہر از اشک گلگون کردہ سرخ
مہد خود در شامِ غم ہم رنگِ طفلِ اشکِ ما ست
خاکسارانی کہ بر رودِ علیؑ بستند آب
گو نگہ دارید آبی کاتش او را در قفا ست
ای دل این جا کعبۂ وصل است بکشا چشمِ جان
کز صفا ہر خشت این آئینۂ گیتی نما ست
زین حرم دامن کشان مگذر اگر غافل نہ ای
کاستینِ حوریان جاروبِ این جنت سرا ست
رتبۂ این بارگہ بنگر کہ زیرِ قُبّہ اش
کافرِ صد سالہ را چشمِ اجابت از دعا ست
یا ملاذ المسلمین در کفرِ عصیان ماندہ ایم
از خداوندم امیدِ رحمت و چشمِ عطا ست
یا امیر المومنین از راندگانِ دَرگہم
وز درِ آمرزگارم گوش بر بانگِ صلا ست
یا امام المتقین از عاصیانِ اُمّتم
وز رسولم چشمِ خشنودی و امیدِ رضا ست
یا معز المذنبین غرقِ کبایر گشتہ ام
وز تو در خواہی مُرادم در حریمِ کبریا ست

یا شفیع المجرمین جُرمم بُرونست از عدد
وز تومقصودم شفاعت پیشِ جدّت مصطفاؐ ست

یا امان الخائفین اینجا پناه آورده ام
وز تو مطلوبم حمایت خاصه در روزِ جزا ست

یا ابا عبدالله اینک تشنۂ ابرِ کرم
از پی یک قطره پویا، برلبِ بحرِ سخا ست

یا ولی الله گدای آستانت محتشم
بر درِ عجز و نیاز استاده بی برگ و نوا ست

مدتی شد کز وطن بہرِ تو دل بَرکنده است
وز ره دور و درازش رُو دراین دولت سرا ست

داد از درماندگی دستِ دعا بر آسمان
وز قبولِ تست حاصل آنچہ او را مدّعا ست

ازہوای نفسِ عصیان دوست ہرچند ای امیر
جالسِ بزمِ گناه و راکبِ رَخشِ خطا ست

چون غبار آلود دشتِ کربلا گردیده است
گردِ عصیان گر ز دامانش بیفشانی رَوا ست

الفاظ ومعانی

پُر بلا - مصیبت سے بھراہوا

کربلا - عراق میں دریائے فرات کے مغربی کنارے کا میدان، جہاں حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے اور آپ کا مزار ہے۔ یہ لفظ اصلاً ''کرب وبلا'' سے بنا ہے۔

ہنگام	-	وقت
بُکا	-	رونا، گریہ وزاری
قضا	-	حکم خدا، موت
دود	-	دھواں
خیمہ گاہ	-	خیمہ لگانے کی جگہ، جہاں خیمے نصب ہوں
حباب	-	پانی کا بلبلہ (اسی کو "حبابِ الماء بھی کہا جاتا ہے)۔
گرد	-	اِردگرد، گول حلقہ
قُبہ	-	گنبد
پرتو	-	کرن، روشنی، عکس، جھلک (مترادف: شعاع)
گیتی فروز	-	دنیا کو روشن کرنے والا، دنیا کو چمکانے والا
پا نہادن	-	قدم رکھنا، داخل ہونا
لالہ رنگ	-	سرخ (لالہ ایک قسم کا سرخ پھول ہے)
نورچشم	-	بیٹا (اصل معنی: آنکھ کی روشنی، مترادف: نورعین)
مرتضٰی	-	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب (لفظی معنی پسندیدہ، چنا ہوا، برگزیدہ)
چشم گریستن	-	زاروقطار رونا، آٹھ آٹھ آنسو رونا، آنکھیں بھر آنا
وای وای	-	ہائے ہائے (کلمۂ تاسف) افسوس صد افسوس
تاسّف	-	افسوس، رنج، ملال
واحسرتا	-	ہائے افسوس! حیف، (کلمہ تاسف ہے)
شفق	-	طلوع اور غروب سے پہلے آسمان پر صبح وشام کی سرخی
بامِ فلک	-	آسمان کی بلندی (مراد ہے: آسمان کا کنارہ)
سرنگوں	-	سر جھکائے ہوئے، سر کے بل، اوندھے منہ، شرمندہ
رایت	-	جھنڈا، لشکر کا علَم، (جمع: رایات)
آلِ عبا	-	مراد ہے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ

طفلِ مریم	-	مترادف: ابن مریم، اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے
سپہر	-	آسمان
اشکِ گل گون	-	خون کے آنسو، سرخ آنسو
مہد	-	گہوارہ، پالنا (ضد: لحد)
رودِ علی	-	مترادف: فرزندِ علی، (رود: فرزند)
آب بستن	-	پانی بند کرنا
نگہ داشتن	-	نظر اٹھا کر دیکھنا، حفاظت کرنا
قفا	-	پیچھے
دامن کشیدن	-	منہ پھیر لینا (مترادف: دامن درکشیدن، روی گردانیدن)
دامن کشاں گزشتن	-	کنارہ کش ہو کر گزر جانا، لاپرواہی، بے نیازی اور بے ادبی سے گزرنا، منہ پھیر کر چلے جانا
جاروب	-	جھاڑو، جگہ کو صاف کرنے والی چیز
کافرِ صد سالہ	-	مراد ہے بڑے سے بڑا کفرانِ نعمت کرنے والا، پرانے سے پرانا ناشکرا
چشمِ اجابت	-	قبولیت کی اُمید
ملاذ	-	پناہ کی جگہ، جائے پناہ
ملاذ المسلمین	-	مسلمانوں کے ماویٰ وملجا
عصیان	-	نافرمانی، عدول حکمی، گناہ
در عصیان ماندن	-	گناہوں میں مبتلا و بے بس ہونا
چشمِ عطا	-	بخشش کا آسرا
راندگان	-	(واحد: راندہ) بھگایا ہوا
آمرزگار	-	بخشنے والا
صلا	-	دعوت کرنا، بلانا، ملانا (مراد ہے وصل وانعام)
گوش بر بانگ شدن	-	آواز پر کان لگائے ہونا
معز	-	پُرسانِ حال، عزت دینے والا

مذنبین	-	(واحد: مذنب) گناہگار، خطا کار
معزّ المذنبین	-	گناہگاروں کے پُرسانِ حال اور انھیں عزت دینے والے
کبائر	-	بڑے گناہ (واحد کبیرہ، ضد: صغائر)
غرق گشتن	-	ڈوبا ہوا ہونا
درخواستن	-	راضی ہو جانا، پُرسانِ حال ہونا، چاہنا
دَم	-	طاقت، قوت، سانس
دم شدن	-	طاقت ہونا (یہاں مراد ہے، رسائی اور باریابی ہونا)
حریمِ کبریا	-	دربارِ خداوندی، اللہ کا دربار
شفیع المجرمین	-	مجرموں کی سفارش کرنے والے
بیرون از عدد	-	بے شمار، لاتعداد
مصطفیٰ	-	رسول پاکؐ کا لقب، برگزیدہ، پسندیدہ
امان الخائفین	-	ڈرنے والوں کو پناہ دینے والے
پناہ آوردن	-	پناہ طلب کرنا، پناہ لینا (مترادف: پناہ گرفتن، پناہ جُستن)
اَبا عبداللہ (ابوعبداللہ)	-	حضرت امام حسینؓ کی کنیت
از پی	-	پیچھے کے لیے، پیچھے (مترادف: بہر)
پویان	-	دوڑتے ہوئے، دوڑنے والا (مصدر پوئیدن سے اسم مفعول استمراری)
بی برگ و نوا	-	بے سروسامان
دل بَرکندن	-	دل اُٹھ جانا، دل اُچاٹ ہو جانا، روگردانی کرنا (مترادف: دل برگرفتن، دل برداشتہ شدن)
دولت سرا	-	دولت خانہ، محل سرا (مراد ہے اقبال و نعمت کی بڑی جگہ)
عصیان دوست	-	گناہ کو پسند کرنے والا
جالس	-	بیٹھنے والا
راکب	-	سوار، سوار ہونے والا (جمع: رکبان)، مَرکب: سواری
رخش	-	گھوڑا، وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سرخ ملا ہوا ہو، رستم پہلوان کا گھوڑا

راکبِ رخشِ خطا - گناہ وخطا کے گھوڑے پر سوار، (مراد ہے گناہوں کی طرف تیزی سے بھاگتا ہوا)
گردافشاندن - دھول جھاڑنا، گرد وغبار صاف کرنا، گرد وغبار سے پاک کرنا

غور کرنے کی باتیں:

☆ محتشم کاشانی سبکِ ہندی کے شاعر ہیں۔ اس سبک کی متعدد خصوصیات جیسے حسنِ تعلیل اور احوالِ شخصی کا بیان ان کے کلام میں موجود ہیں۔ اس مرثیہ میں بھی انھوں نے اپنی حالت کا ذکر کیا ہے کہ وہ روضۂ حسینؑ پر حاضری کے لیے بے تاب ہیں اور آسمان پر شفقِ شام کا مضمون حسنِ تعلیل کے ساتھ لایا ہے۔ اس مرثیہ میں اشارہ و خطاب، استعارہ، تکرار و تضاد، حسنِ ترکیب اور دیگر ادبی محاسن کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔

☆ محتشم کے اس مرثیے میں ارتقاو تسلسل کی کیفیت روشن ہے۔ شاعر نے زمینِ پُر بلا پر خیمہ نصب کیے جانے سے قبہّ شریف تک کے اشارے نظم کر دیے ہیں۔ یہاں حاضری کے آداب، اظہارِ جذبات، روضۂ حسین کی عظمت اور دعا کے مضامین نظم ہوئے ہیں۔ مرثیہ میں ایسے اشعار موجود ہیں جو ''آمد''، ''شہادت''، ''بین و بکا'' اور ''دعا'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ آدابِ حاضری، فیضانِ حاضری، تمنائے حاضری کے ساتھ ساتھ اظہارِ غم کی کیفیت نمایاں ہے۔

☆ یہ مرثیہ فضا بندی کا خوبصورت نمونہ ہے۔ شاعر نے فطرت کے آنسو، بچوں کے آنسو اور شامِ غم کے حسن تعلیل سے منظر کشی کی ہے اور اہل بیت پر پانی بند کرنے والوں کے انجام کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارہ کیا ہے۔

☆ عرضِ مدعا کی مقبولیت کو شاعر سب سے بڑی کامیابی سمجھتا ہے، اُسے خطاؤں کا اعتراف ہے اور وہ سید الشہدا سے ان کے نانا جان کا واسطہ دے کر نجات کا طالب و دعا گو ہے۔

☆ اس مرثیہ میں صرف حصولِ ثواب اور گناہوں سے نجات کے لیے آہ و بکا کا مضمون اور دعائیہ بیان نہیں ہے بلکہ واقعۂ کربلا سے قوت اور نظریہ لینے اور اصلاح پانے کا اشارہ بھی ہے۔ یہ قدیم

مرثیوں کے مقابلے میں جدید مرثیوں کی خاص بات سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ خصوصیت صدیوں پہلے لکھے گئے اس مرثیے میں بھی موجود ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ قبہؑ کربلا گمراہوں کو راستہ دکھاتا ہے۔

معروضی سوالات:

۱- ملاّ محتشم کا وطن کہاں ہے؟

۲- ملاّ محتشم کے والد کا نام بتائیے؟

۳- ملاّ محتشم کا کوئی ایک لقب بتائیے؟

۴- محتشم کس صفوی بادشاہ کے درباری شاعر تھے؟

۵- محتشم کے کسی ایک معاصر کا نام بتائیے؟

۶- محتشم کاشانی کی وفات کب ہوئی؟

۷- محتشم کی اصل شناخت کس صنف کے ذریعے ہوئی؟

۸- دیوان کے علاوہ محتشم کی کسی ایک کتاب کا نام لکھیے؟

۹- رثائی شاعر کسے کہتے ہیں؟

۱۰- شاعر نے مرثیہ میں کیا آرزو کی ہے؟

۱۱- مرثیہ میں لفظ ''قبہؑ'' سے کیا مراد ہے اور اس کا مرتبہ کیا ہے؟

۱۲- روزِ جزا کس کو کہتے ہیں؟

۱۳- سب سے پہلا شخصی مرثیہ فارسی میں کس کی موت پر کہا گیا؟

تفصیلی سوالات:

۱- مرثیہ کے معنی کیا ہیں؟ مرثیہ کتنی طرح کا ہوتا ہے؟ وضاحت کریں۔

۲- داخلِ نصاب مرثیہ کا خلاصہ لکھیں۔

۳- درج ذیل اشعار کی تشریح کریں:

ایں مکان بود ست روزی خیمہ گاہِ اہل بیت	کز حبابِ اشکِ ما امروز گردش خیمہ ہاست
طفلِ مریم بر سپہر از اشک گلگون کردہ سرخ	مہدِ خود در شامِ غم ہم رنگِ طفلِ اشکِ ہاست
یا شفیع الجرمین جرمم برون است از عدد	وز تو مقصودم شفاعت پیشِ جدّت مصطفاست
یا ولی اللہ گدای آستانت محتشم	بر در عجز و نیاز استادہ بی برگ و نوا ست
اینک اینک قبۂ پُر نور کز نزدیک و دور	پرتوِ گیتی فروزش گمرہان را رہنما ست

۴- مرثیۂ محتشم کی ادبی خوبیوں پر مختصر نوٹ لکھیں۔

عملی کام:

۱- مرثیہ کے دعائیہ اشعار یاد کریں۔
۲- تراکیب والقاب یکجا کریں اور معانی لکھیں۔
۳- واقعاتِ کربلا کا مطالعہ کریں۔

مثنوی

مثنوی فارسی شاعری کی ایک اہم اور مشہور صنف ہے جسے ہیئتی موضوعی صنف کہا جاتا ہے۔ از روئے لغت عربی لفظ ''مثنوی''، مثنیٰ سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''دو دو والا'' یا جوڑا جوڑا'' چونکہ مثنوی کے ہر شعر میں قافیہ کا جوڑا لگایا جاتا ہے اس لیے اسے یہ نام ملا ہے۔

مثنوی کو ہیئتی صنف اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس کے ہر شعر میں لازماً دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کا قافیہ گزشتہ شعر کے قافیہ سے مختلف ہوتا ہے۔ مثنوی کے لیے اگرچہ آٹھ بحریں متعین ہیں لیکن ان کے علاوہ دوسری بحروں میں بھی مثنویاں کہی گئی ہیں۔

مثنوی خالص فارسی صنفِ سخن ہے اسے ''دوگانی'' بھی کہتے ہیں۔ یہ صنف ایران سے عرب گئی ہے، جہاں اسے ''مزدوجہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ شروع سے آخر تک ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔ مثنوی کے لیے ہلکے، سادہ اوزان اور مختصر و پُرکشش بحر سے کام لیا جاتا ہے۔ مثنوی کو موضوعی صنف کہنے اور منظوم قصہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی نہ کسی موضوع پر ہی نظم ہوتی ہے۔ اس میں قصہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

مضامین کے اعتبار سے فارسی مثنویات کا دامن نہایت وسیع ہے۔ یہاں شاعر کو موضوع کے انتخاب اور تعدادِ اشعار کی تعیین، کا اختیار حاصل رہتا ہے۔ مثنوی کے اجزائے ترکیبی اس طرح پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتے جیسا کہ مرثیہ اور قصیدہ میں ہوتا ہے۔ عام پسند یہ ہے کہ رزمیہ مثنویاں بحر متقارب میں اور بزمیہ مثنویاں بحر ہزج میں نظم کی جاتی ہیں۔ فارسی مثنویات کا سرمایہ موضوعاتی رنگارنگی کے لحاظ سے بہت عظیم ہے اور اس صنف کی ارتقائی تاریخ بھی بہت ہی روشن ہے۔ فارسی میں رودکی سمرقندی کو پہلا مثنوی نگار شاعر اور اس کی یادگار ''کلیلہ و دمنہ'' کو پہلی مثنوی کہا جاتا ہے۔ جب کہ بعضوں نے ابوشکور بلخی کو فارسی کا پہلا مثنوی نگار قرار دیا ہے۔ ماقبل عہد غزنویہ کے دیگر شعرا مثلاً دقیقی اور ابوالمؤید بلخی بھی

اس صنف میں طبع آزمائی کے لیے مشہور ہیں۔ رودکی نے اخلاقی، ابوشکور بلخی نے صوفیانہ، دقیقی نے رزمیہ اور ابوالموید بلخی نے بزمیہ مثنوی نظم کی ہے۔ غزنوی دور میں ملک الشعرا عنصری کی مثنوی ''وامق و عذرا'' مشہور ہے۔ اسی دور میں شاہنامۂ فردوسی جیسا عظیم رزمیہ بھی نظم ہوا ہے۔

صوفیانہ مثنوی حدیقۂ سنائی و منطق الطیر خواجہ عطار، سلجوقی دور کی یادگاریں ہیں۔ رزمیہ مثنوی ''گرشاسپ نامہ'' اسدی طوسی اور ناصر خسرو کی مثنویات بھی اسی زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسعد گرگانی کی ''ویس و رامین'' اور خمسۂ نظامی گنجوی عاشقانہ مثنویات میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ سعدی کی ''بوستاں'' اور مولانا روم کی ''مثنوی معنوی'' اخلاق و تصوف کے موضوع پر لافانی شاہکار ہیں۔ عراقی کی ''عشاق نامہ'' اور عبدالکریم شبستری کی ''گلشنِ راز'' اسی عہد میں نظم ہوئی ہیں۔ اوحدی مراغہ ای کی ''جامِ جم'' اور خواجو کرمانی کی چھ مثنویاں بھی معروف ہیں۔

امیر خسرو دہلوی کی ''پنج گنج'' اور دول رانی و خضر خاں، ''نہ سپہر'' اور ''تغلق نامہ'' جیسی تاریخی مثنویاں ماقبل عہد مغلیہ کی یادگاریں ہیں۔ آخری کلاسیکی شاعر جامؔی کی ''ہفت اورنگ'' بھی مشہور ہے۔ عہد مغلیہ میں فیضؔی کی مثنوی ''نل دمن'' اور اواخر عہد مغلیہ میں بیدؔل کی ''طلسمِ حیرت'' کے علاوہ غالبؔ کی مثنویات بھی معروف ہیں۔

بیسویں صدی کے ایران و ہندستان میں بھی مثنوی نگاری کا سلسلہ قائم رہا ہے۔ ماضی قریب کے فارسی مثنوی نگاروں میں اقبالؔ اور ''داستانِ شکنیتلا'' کے شاعر علی اصغر حکمتؔ کا نام اہم ہے۔ مثنوی آج بھی اپنی خصوصیات کی بدولت خاص مقبولیت اور اہمیت کی حامل ہے۔

مرزا غالبؔ

فارسی کے تین معروف اسالیبِ ادب میں سے ایک اسلوب ''سبکِ ہندی'' کے نام سے موسوم ہے۔ ہندوی دور اور سبکِ ہندی کی تاریخ کے تعلق سے، استعارے کی زبان میں ایک بہت ہی خوبصورت بات کہی گئی ہے کہ ''ہندستان میں فارسی شاعری ایک تُرک سے شروع ہوئی اور ایک تُرک پر ختم ہوئی''۔ اس جملہ میں پہلی مرتبہ لفظ ''ترک'' سے امیر خسرو کی طرف اشارہ ہے اور دوسری مرتبہ اس لفظ کے استعمال سے جس شاعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مرزا غالبؔ ہیں۔

غالب کا پورا نام اسد اللہ بیگ خان، تخلص اسدؔ و غالبؔ، عرف مرزا نوشہ اور شاہی خطاب ''نجم الدولہ دبیر الملک، خان بہادر نظام جنگ'' ہے۔ وہ ۸/ رجب ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء کی شب میں پیدا ہوئے اور ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ /۱۸۶۹ء میں انھوں نے اس دنیائے آب و گل کو الوداع کہا۔ ''گنجِ معانی ہے تہہِ خاک'' ان کی وفات کا مادۂ تاریخ ہے۔ آگرہ ان کی جائے ولادت ہے اور دلی ان کی آخری آرام گاہ، جہاں وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مزار پاک کے قریب اپنے خسر نواب الٰہی بخش معروف کے پہلو میں آسودۂ خاک ہیں۔

مرزا غالب سمرقند کے ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ان کے آبا و اجداد ترکانِ ایبک میں سے تھے۔ مرزا غالبؔ کے پردادا شہزادہ رستم خان ہندستان آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ مرزا غالب کے دادا کا نام قوقان بیگ ہے۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رستم خان، مرزا غالبؔ کے پردادا کا نام نہیں بلکہ ان کے دادا ہی کا نام تھا۔ مرزا غالب کے والد کا نام عبداللہ بیگ خان تھا اور والدہ کا نام عزت النساء بیگم جو اپنے زمانے کی اچھی پڑھی لکھی خاتون تھیں۔

مرزا غالبؔ پانچ سال کی عمر میں ہی یتیم ہو گئے تھے اس لیے ان کی پرورش و پرداخت کا سلسلہ ان کے چچا نصر اللہ بیگ خاں کی سرپرستی میں شروع ہوا، لیکن یہ بھی چند سال ہی جاری رہ سکا کیوں کہ نصر اللہ بیگ خود بھی اس دنیا سے

چل بسے۔ ایسے حالات میں نواب کی کوششوں سے ان کے خاندان کے لیے وظیفہ متعین ہوا۔

مرزا غالب نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی، بعد ازیں آگرہ کے ایک معلم مولوی محمد معظم سے کسبِ علم کیا اور پھر اپنے وطن ہی میں ملا عبدالصمد سے جن کا پارسی نام ہرمزد تھا، اپنی تعلیم مکمل کی۔ مرزا غالب کی شادی ۱۳ برس کی عمر میں، نواب الٰہی بخش کی گیارہ سالہ صاحبزادی امراؤ بیگم سے ہوئی۔ یہ رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اگرچہ غالب کا دہلی میں آنا جانا بچپن ہی سے تھا لیکن شادی کے بعد انھوں نے دہلی میں یوں سکونت اختیار کر لی کہ ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں ''سفر کلکتہ'' سے پہلے وہ کبھی دہلی سے باہر نہیں نکلے۔ مرزا غالب کا سفر کلکتہ، مقصد کے لحاظ سے ناکام رہا یہاں تک کہ مالی مشکلات پر قابو پانے کی خاطر وہ ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء میں ''قلعہ کی ملازمت'' سے منسلک ہوئے، بہادر شاہ ظفر سے خلعت وخطاب پایا اور شاہانِ تیموریہ کی تاریخ لکھنے کا کام ان کے سپرد ہوا۔ ذوق دہلوی کی وفات کے بعد مرزا غالب ''استادِ شاہ'' بن گئے مگر انقلاب غدر کے بعد، دو سال کا زمانہ مرزا غالب کے لیے بہت کٹھن رہا۔ یہاں تک کہ نواب یوسف علی خاں والیِ رامپور نے ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جو تا عمر انھیں ملتا رہا۔

مرزا غالب نے اگر ایک طرف اردو شاعری کو اپنے دیوان اور اردو نثر کو اپنے مکاتیب سے مالا مال کیا اور اس زبان کی تاریخِ ادبیات میں اپنا مقام ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے تو دوسری طرف غالب کی متعدد کتابوں نے بھی فارسی زبان و ادب کی تاریخ میں انھیں ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا ہے۔ ''پنج آہنگ''، ''مہرِ نیم روز''، ''دستنبو''، ''قاطع برہان'' اور ''درفش کاویانی'' مرزا غالب کی نثری یادگاریں ہیں۔ ان میں پہلی کتاب القاب و آداب، اصطلاحات و لغات، منتخب اشعار، تقاریظ اور مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ مہرِ نیم روز خاندان تیموریہ کی تاریخ ہے اور دستنبو میں ہنگامۂ غدر کے حالات درج ہیں۔ قاطعِ برہان اور درفشِ کاویانی کا تعلق فارسی لغت نگاری سے ہے۔

شاعری میں کلیاتِ نظم، سبدِ چین، دعائے صباح اور متفرقاتِ غالب کو ان کی قابل قدر باقیات کا درجہ حاصل ہے۔ ان میں کلیاتِ فارسی سب سے اہم ہے جو غالب کو ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے سامنے لا دیتی ہے کیوں کہ اس میں غالب کی غزلیں، قصیدے، رباعیاں اور مثنویاں سبھی کچھ موجود ہیں۔ مثنویاتِ غالب میں ''بادِ مخالف'' اور ''ابرِ گہر'' کے علاوہ ایک اہم یادگار ''چراغِ دَیر'' بھی ہے۔ یہ مثنوی دراصل شہر بنارس کی توصیف میں لکھی گئی ہے اور کئی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس لیے بھی ممتاز ہے کہ اس میں ''سبک ہندی'' کی جھلکیاں بہ اندازِ خاص ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

چراغِ دیر

مرزا غالبؔ

نَفَس با صور دمسازست امروز
خموشی محشرِ راز است امروز

پریشان تر ز زلفم داستانیست
بہ دعویٰ ہر سرِ مویم زبانیست

ز دہلی تا برون آوردہ بختم
بہ طوفانِ تغافل دادہ رختم

کس از اہل وطن غمخوارِ من نیست
مَرا در دہر پنداری وطن نیست

جہان آباد گر نبود اَلم نیست
جہان آباد بادا جای کم نیست

نباشد قحط بہر آشیانی
سرِ شاخِ گلی در گلستانی

بخاطر دارم اینک گل زمینی
بہار آئین سوادِ دلِ نشینی

سخن را نازشِ مینو قماشی
ز گلبانگِ ستائش های کاشی
بنارس را کسی گفتا که چین است
هنوز از گنگ چین ست بر جبین است
خس و خاشاک گلستان ست گوئی
غبارش گوهرِ جان ست گوئی
مگر گوئی بنارس شاهدی هست
ز گنگش صبح و شام آئینہ دَر دَست
نیازِ عکس روئی آن پَری چهر
فلک در زر گرفت آئینہ از مهر
بہ چین نبود نگارستان چو اوئی
بہ گیتی نیست شارستان چو اوئی
بیابان در بیابان لالہ زارش
گلستان در گلستان نَو بهارش
بلند افتاده تمکینِ بنارس
بود بر اوجِ او اندیشہ نارس
الا ای غالبؔ کار اوفتاده
ز چشمِ یار و اغیار اوفتاده
ز خویش و آشنا بیگانہ گشتہ
جنون گل کرده و دیوانہ گشتہ

چہ جوئی جلوہ زین رنگین چمن ہا
بہشتِ خویش شو از خون شدن ہا
ازین دعویٰ بہ آتش شوی لب را
بخوان غم نامۂ ذوقِ طلب را
دریغا در وطن وا ماندۂ چند
بخون دیدہ زورق راندۂ چند
از آنانت تغافل خوشنما نیست
بداغِ شان ہوائی گل روا نیست
ترا ای بی خبر کاری ست در پیش
بیابانی و کہساری ست در پیش
نَفَس تا خود فرو ننشیند از پائی
دمی از جادہ پیمائی میاسائی
ز اِلّا دَم زَن و تسلیمِ لا شو
بگو اللہ و بَرقِ ما سوا شو

الفاظ و معانی

صور – بگل، سنکھ (قیامت کا بگل، جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے)۔
دمساز – آواز میں آواز ملانے والا، دوست
محشر – حشر کا میدان، قیامت کے دن لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ، مراد: ہنگامہ
سرِ موی – بال کی نوک (''ہر سر موی'' مراد ہے ایک ایک بال)
بیرون آوردن – باہر لانا، باہر نکالنا، نکالنا

پنداری - پنداشتن سے مضارع، ''آپ سمجھ لیں'' (کنایتاً: گویا کہ)

جہان آباد - دہلی کا نام، شاہ جہان آباد کا مخفف، یہ نام شاہ جہاں کی طرف منسوب ہے

آباد بادا - آباد رہے (یہ دعائیہ کلمہ ہے)

بہ خاطر داشتن - دل میں بسا لینا، خیالوں میں بسا لینا، دل آجانا، دل میں رکھنا، (خاطر: دل، خیال)

گل زمین - پھولوں کی دھرتی

بہار آئین - وہ جگہ جہاں بہاروں کا چلن ہو

سواد - بڑا شہر، بڑی جماعت، شہر کے اطراف، بڑی آبادی، سیاہی

نازش - فخر، لاڈ پیار، بے پروائی

مینو - آبگینہ صفت، بلور صفت، کانچ یا شیشہ جیسا

گل بانگ - چہچہا، بلبل کی چہکار، خوشی کا شور

گنگ - گنگناندی

چین - ایک مشہور ملک (قدیم جغرافیہ میں کرۂ ارض کو فرضی خطوط سے سات حصوں میں بانٹا گیا تھا، اس کا ہر حصہ ''اقلیم،، یا ''کشور'' کہلاتا ہے۔ اس طرح '' ہفت اقلیم'' یا ''ہفت کشور'' بمعنی دنیا ہے اور ''چین'' کشور اوّل یا اقلیم اوّل ہے۔ چین، قدیم زمانے میں اپنے ملک کے بڑے نقاش مانؔی کے کارناموں سے مشہور رہا ہے۔ مانؔی کے مصوّر البم کا نام ''ارژنگ'' ہے۔ یہاں بنارس کو ''چین'' کہنے سے مراد یہی ہے کہ وہ ملک چین کے مشہور نقاش مانؔی کے بنائے ہوئے مرقع اور اس کے نگار خانہ کے مانند ہے۔)

چین بر جبین - اشارہ ہے محاورہ ''چین بر جبین شدن'' کی طرف یعنی ماتھے پر بل پڑنا، غصہ ہونا، کسی بات کا ناگوار گزرنا، تیوری چڑھ جانا (چین: سلوٹ، شکن، بل۔ جبین: پیشانی۔ مترادف: چین برابرو شدن)

خس و خار - گھاس پھوس، تنکے اور کانٹے

جوہر - وہ چیز جو بذات خود قائم ہو، مشہور لفظ ''گوہر'' اسی کا مفرس ہے۔

جوہر جان - اصل زندگی، زندگی کی رونق، زندگی کا خلاصہ

نیاز - آرزومندی، حاجت، اظہارِ محبت

در زر گرفتن - سونے سے بنانا، سونے کے چوکھٹے میں لگانا

چواوئی	-	اُس جیسا
نگارستان	-	نقش و نگار سے آراستہ جگہ
شارستان	-	شہر، قصبہ جس کے گرد باغات ہوں، پُر فضا مقام
لالہ زار	-	گلزار، سرخ پھولوں سے لدی دھرتی
بلند افتادن	-	بلند ہونا، بلندی پر پہنچنا (فارسی جدید میں: اُٹھ کر کھڑے ہونا، جیسے ''از جای بلند افتادم'')
تمکین	-	وقار، شان و شوکت، دبدبہ
نارس	-	''نارسیدہ'' کا مخفف یا ''نارسا'' کا مخفف، (جدید فارسی میں بمعنی: کچا۔ یہاں یہ ''نارس بودن'' کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی نہیں پہنچ پانا)
اَلا	-	ہوشیار، خبردار
کار افتادہ	-	تجربہ کار، آگاہ، باشعور، مجبور، (اشارہ ہے ''از کار افتادن'' کی طرف یعنی مجبور اور ناکارہ ہونا)
از چشم افتادن	-	نظروں سے گر جانا، ذلیل ہونا
بیگانہ گشتن	-	پرایا بن جانا، اجنبی بن جانا، بے تعلق ہو جانا
گُل کردن	-	ظاہر ہونا (مترادف: گُل شدن)
جنون گل شدن	-	غصہ اور جنون اُبل پڑنا
خون شدن	-	ہلاک ہونا (یہاں مراد ہے: دل خون ہونا)
لب بہ آتش شستن	-	ہونٹوں کو داغ دینا
غم نامہ	-	غم سے بھرا خط، سوگ نامہ
دریغا	-	افسوس، ہائے افسوس
واماندن	-	پیچھے رہنا، مجبور ہونا، عاجز رہنا (مترادف: درماندن)
خون دیدہ	-	خون کے آنسو (مترادف: اشکِ خون، سرشکِ خون)
زورق	-	کشتی، چھوٹی کشتی، ناؤ
زورق راندن	-	کشتی چلانا، ناؤ کھینا
کار در پیش شدن	-	کام سامنے ہونا، مقصد سامنے ہونا

نفس فرو نشستن - سانس ٹوٹ جانا

جادہ پیمودن - راستہ ناپنا، طے کرنا، آگے بڑھنا

اِلّا - سوائے (اشارہ ہے، کلمۂ طیبہ کے لفظ ''اِلّا'' کی طرف، اس سے خدائے واحد کا اثبات مراد ہے۔ یعنی اللہ ہی معبود ہے)

دَم زدن - دَم لگانا، سانس لینا، چُپ رہنا

از اِلّا دَم زدن - اِلّا اللہ، اِلّا اللہ کی ضرب یا دَم لگانا

تسلیم شدن - قبول کرنا، منظور ہونا، (فارسی جدید میں: ہتھیار ڈالنا)

لَا - نہیں (اشارہ ہے کلمہ طیبہ کے پہلے ٹکڑے ''لَا اِلٰہ'' کی طرف۔ اس سے غیر خداؤں کی نفی مراد ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے)

تسلیم لا شدن - مراد ہے غیر خدا کے وجود سے انکار کرنا اور یہ مان لینا کہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کے بعد یہ اقرار کرنا کہ خدا ہی معبود ہے۔

ماسوا - اس کے سوا (خدا کے سوا جو کچھ ہے، اُسے تصوف کی زبان میں ''ماسوا'' کہا جاتا ہے)۔

شو - شدن سے فعل امر

شو - دھوڈالو، مراد ہے مٹادو، بجھادو (شستن سے فعل امر)

غور کرنے کی باتیں:

☆ مثنوی میں عام طور پر داستانِ عشق ہوتی ہے مگر اس صنف کا استعمال نظریاتی وفکری شاعری کے لیے بھی ہوتا رہا ہے۔ یہ دورنگی مثنوی کی بڑی قوت ہے۔ غالبؔ کی مثنوی ''چراغِ دیر'' اس کی خوبصورت مثال ہے۔

☆ مثنوی کے اجزائے ترکیبی پہلے سے طے نہیں ہوتے۔ شاعر موضوعاتی اور کیفیاتی وحدت کا ازخود خیال رکھتا ہے اور مختلف اجزا میں ربط لاتا ہے۔ غالبؔ کی مثنوی ''چراغِ دیر'' کا تعلق ایک سفر سے ہے۔ شاعر نے اس میں وطن سے دوری کا غم بھی دکھایا ہے اور بنارس کی تعریف بھی کی ہے، عقیدہ

وتصوف کا مضمون بھی پیش کیا ہے اور جذبات وافکار کی ترجمانی بھی کی ہے مگر تمام باتیں ربط کے ساتھ ہیں اور بیانیہ کی تہہ داری پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

☆ مثنوی کا تہذیبی منظر و پس منظر اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ ثقافتی مرقعے خوب ہیں اور مثنوی خاص ادبی سبک کا نمونہ ہے۔

☆ فارسی میں کئی اسلوب مشہور ہیں، ان میں سے ایک سبک ہندی ہے۔ اس مثنوی میں یہ خصوصیات موجود ہیں۔

☆ کسی بات کی ایسی وجہ بتانا جو اصلی نہ ہو مگر خوبصورت ہو "حسنِ تعلیل" ہے۔ جیسے پانی کی لہروں کو اس کے غصہ کا نتیجہ بتانا۔

☆ کسی شعر میں، اپنی یا اپنی شاعری کی تعریف "تعلّی" ہے۔ اس کے کئی انداز ہوتے ہیں جیسے یہ کہنا کہ فلاں بیان کی وجہ سے میری شاعری میں فلاں خوبی آ گئی ہے۔

☆ ایک ہی لفظ، دو مرتبہ آئے اور دو الگ الگ معنی میں ہو تو یہ "تجنیس تام" ہے۔ جیسے جہان آباد بمعنی آباد دنیا اور دہلی شہر۔

☆ دو لفظوں میں ایک حرف کی زیادتی آخر میں بھی ہو سکتی ہے اور پہلے بھی۔ یہ "تجنیس زائد و ناقص" ہے جیسے اس مثنوی میں بنارس، نارس۔

معروضی سوالات:

۱- غالبؔ کا پورا نام بتائیے۔

۲- غالبؔ کا شاہی خطاب کیا ہے؟

۳- غالبؔ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

۴- غالبؔ کہاں مدفون ہیں؟

۵- غالبؔ کے والد کا نام بتائیے۔

۶- آگرہ میں غالبؔ کے معلم کون تھے؟

۷- نواب الٰہی بخش سے غالبؔ کا کیا رشتہ تھا؟

۸- غالبؔ کس بادشاہ کے استاد تھے؟

۹- غالبؔ کا سالِ وفات لکھیے۔

۱۰- غالبؔ کی دو فارسی کتابوں کے نام لکھیے۔

۱۱- غالبؔ کی تصنیف ''دستنبو'' کا موضوع کیا ہے؟

۱۲- غالبؔ کی فارسی شاعری کس ''سبک'' میں ہے؟

۱۳- فارسی کا پہلا مثنوی نگار کون ہے؟

۱۴- کالم الف اور کالم ب کے صحیح جوڑے بنائیے:

الف		ب	
(i)	داستان شکنتلا	(i)	بیدلؔ
(ii)	دول رانی وخضر خاں	(ii)	سعدیؔ
(iii)	حدیقہ	(iii)	نظامیؔ
(iv)	بوستاں	(iv)	علی اصغر حکمتؔ
(v)	طلسم حیرت	(v)	سنائیؔ
(vi)	خمسہ	(vi)	امیر خسروؔ

۱۵- مثنوی کا عربی نام کیا ہے؟

۱۶- مثنوی کا دوسرا فارسی نام بتائیے

تفصیلی سوالات:

۱- مثنوی کے قصے کا خلاصہ لکھیے۔

۲- غالبؔ کی اس مثنوی سے ان کا کون سا غم نمایاں ہے؟

۳- درج ذیل میں سے کسی ایک شعر کا مطلب اس کی ادبی خوبیوں کے ساتھ بتائیے۔

بنارس را کسی گفتا کہ چین است ۔ ہنوز از گنگ چین ست بر جبین است

بلند افتادہ تمکینِ بنارس بود بر اوجِ او اندیشہ نارس

سخن را نازشِ مینو قماشی زگلبانگ ستائش ہای کاشی

۴- بنارس اور گنگا ندی کے تعلق کو غالبؔ نے کس طرح بیان کیا ہے؟

۵- مثنوی کی تین خاص حیثیتیں کیا ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

عملی کام

۱- ''سبکِ ہندی'' کی خوبیوں پر ایک نوٹ لکھیے۔

۲- مثنوی کے جن اشعار میں کسی جگہ کا نام آیا ہے، انھیں یکجا کیجیے۔

رباعی

رباعی فاسی شاعری کی ایک مقبول اور خالص ایرانی صنف ہے۔اس کی اصل قدیم "دوبیتی" ہے، جسے "ترانہ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بحر کے لحاظ سے رباعی اور دوبیتی یا ترانہ میں فرق ہے۔ رباعی کے معنی "چارچار" کے ہیں اور یہ چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے اسے "چہار مصراعی" بھی کہتے ہیں۔

رباعی ایک مختصر ہیئتی صنف ہے۔اس میں عام طور پر فلسفیانہ، اخلاقی، روحانی، فکری اور عاشقانہ مضامین کے علاوہ روزمرّہ کے مسائل نظم کیے جاتے ہیں۔ رباعی خالص اصلاحی اور خطابیہ انداز سے گریز کے سبب موسیقیت اور غنائیت سے بھرپور ہوتی ہے۔

رباعی کی صنفی شناخت کا واحد ذریعہ اس کے مخصوص اوزان ہیں۔ اس کے چاروں مصرعے میں معنوی اور کیفیاتی وحدت لازمی عنصر ہے۔اس کے علاوہ تیسرے مصرع کو چھوڑ کر باقی تینوں مصرعوں میں قافیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اس کی ظاہری ہیئت غزل کے مطلع اور ایک شعر جیسی ہوتی ہے۔ بسا اوقات رباعی کے چاروں مصرعے مقفّی ہو سکتے ہے۔ایسی رباعی "غیر خصی" کہلاتی ہے۔جس رباعی کا تیسرا مصرع بے قافیہ ہوا سے "خصی رباعی" کہتے ہیں۔

فارسی شاعری میں رباعی نگاری کی ایک مربوط تاریخ ملتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی رباعی رودکی نے کہی۔ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ یعقوب بن لیث صفاری کا بچہ آخروٹ سے کھیل رہا تھا۔آخروٹ لڑھکتا ہوا ایک گڈھے تک چلا گیا اور بچے کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ "غلطاں غلطاں ہمی رود تا لب گو"۔ یعقوب بن لیث صفاری سن رہا تھا۔اسے یہ موزوں فقرہ بہت پسند آیا۔اس نے درباری شعرا کو حکم دیا کہ وہ اس پر مصرعے لگائیں۔اس طرح فارسی کی پہلی رباعی وجود میں آئی۔یہ واقعہ ۱۵۱ھ/ ۸۶۵ء کا ہے۔حالانکہ تاریخِ ادب کے ماہرین نے اس واقعے کی صداقت سے انکار کیا ہے۔

رودکیؔ کے علاوہ شہیدؔ بلخی کی رباعیاں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسی طرح عنصریؔ رباعی گوئی میں اس مقام پر تھا کہ ''ترانہ بہ عنصری بردن زیرہ بہ کرمان بردن'' فارسی کا ایک مقولہ ہی بن گیا۔ عسجدیؔ، بابا طاہر عریاں اور صوفی شاعر ابوسعید ابوالخیر کی رباعیاں'' فارسی شاعری میں رباعی کے سرمایے کا پُر وقار حصہ ہیں۔ ان کے علاوہ غزلیات، قصائد اور مثنویوں کے اہم ترین شعراء مثلاً سعدیؔ، حافظ، خسروؔ، خاقانیؔ، رومیؔ، سرمدؔ، خواجہ عبداللہ انصاری اور ظہیر فاریابیؔ وغیرہ نے بھی اس صنف میں اپنے شعری جوہر دکھائے ہیں۔

رباعی کا سب سے بلند قامت شاعر عمر خیامؔ نیشاپوری اور دوسرا سب سے بڑا اور اہم شاعر سحابیؔ استرآبادی ہے۔ سحابی کی رباعیاں کیفیت اور کمیت ہر دو اعتبار سے اہمیت کی حامل ہیں۔

صنف رُباعی ہمیشہ ہی برجستہ گو شعرا کو بہت محبوب رہی ہے۔ ہر دور کے اہم شعرا نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور آج بھی رباعی کے سرمایے میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے۔

عمر خیام نیشاپوری

عمر خیامؔ کا پورا نام حکیم ابوالفتح عمر بن ابراہیم الخیام نیشاپوری ہے۔ خیام کے سالِ ولادت اور وفات میں اگرچہ خاصا اختلاف ہے مگر یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ انھوں نے پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل کا زمانہ پایا تھا۔ عام طور پر سوانح نگاروں نے ان کا سالِ ولادت ۴۴۰ھ /۱۰۴۸ء اور سال وفات ۵۱۸ھ / ۱۱۲۴ء یا ۵۲۶ھ /۱۱۳۱ء لکھا ہے۔ خیام کی وفات نیشاپور میں ہوئی اور وہ ''گورستانِ خیرہ'' میں مدفون ہوئے۔

خیام ملک شاہ سلجوقی اور نظام الملک طوسی کے ہم عصر ہیں۔ عمر خیام کو ان کی زندگی میں حکیم، فلسفی، ریاضی داں اور علم نجوم کے ماہر کی حیثیت سے ہی اصل شہرت حاصل تھی اور وہ بہ حیثیت شاعر بہت کم معروف تھے مگر اتفاق ہے کہ آج پوری دنیا میں خیامؔ کی جو کچھ بھی شہرت ہے وہ ان کی مٹھی بھر رباعیوں کی بدولت ہی ہے۔

۴۶۸ھ /۱۰۷۵ء میں ملک شاہ کے حکم سے ایک درس گاہ قائم کی گئی جس میں عمر خیام کو سات نجومیوں اور

ہیئت دانوں پر مشتمل مجلس کا صدر بنایا گیا۔ یہاں خیام نے ملک شاہ کے حکم سے ایرانی کلینڈر کی اصلاح کا تاریخی کارنامہ انجام دیا اور اس کا نام زیجِ ملک شاہی رکھا گیا۔ یہ کلینڈر جمعہ ۱۵ر مارچ ۱۰۷۹ء سے ''سنہ جلالی'' کے نام سے شروع ہوا۔

خیاؔم کے علمی کارنامے فارسی اور عربی دونوں ہی زبانوں میں ہیں۔ رسالہ لوازم الامکنہ، رسالہ میزان الحکم، علم المساحت ومکعبات، شرح اقلیدس اور رسالہ نوروز وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ خیاؔم جب علمی اور سائنسی کاموں سے ذہنی طور پر تھک جاتے تو رباعی گوئی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنی رباعیوں میں دنیا کی بے ثباتی، جبر و قدر، توبہ و استغفار اور خمریات کے مضامین سلیقے سے نظم کیے ہیں۔ خیام نے ''فلسفۂ طرب'' یعنی رجائیت میں زندگی بسر کرنے کے رجحان کو بھی پیش کیا ہے۔ خیاؔم کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے حکیمانہ نظریات اور فلسفیانہ افکار کو اپنی رباعیوں میں نہایت ہی برجستگی اور سادگی سے پیش کر دیا ہے۔

رباعیاتِ خیام

(۱)

بیگانہ اگر وفا کند، خویشِ من است
ور خویش جفا کند، بداندیشِ من است
گر زہر موافقت کند، تریاق است
ور نوش مخالفت کند، نیشِ من است

الفاظ و معانی

وَر	–	اگر
بداندیش	–	دشمن، بُرا سوچنے والا (اندیشیدن کا اسم فاعل سماعی)
موافقت	–	مطابقت، اتفاق، دوستی
موافقت کردن	–	ساتھ دینا
تریاق	–	زہر کی دوا، زہر مہرہ
نوش	–	امرت، شہد (نوشیدن کا امر، نوشیدن کا حاصل مصدر)
نیش	–	ڈنک، زہر (ضد: نوش)

(۲)

در کوزه گری بدیدم اندر بازار
بر پارهٔ گلی لگد ہمی زد بسیار
وان گل بزبانِ حال، با او می گفت
من ہمچو تو بوده ام، مرا نیکو دار

الفاظ و معانی

کوزہ گر	-	کمھار، مٹی کا برتن بنانے والا
پارۂ گلی	-	گیلی مٹی کا ڈھیر (پارہ: ٹکڑا، حصہ)
لگد زدن	-	لات مارنا
بہ زبان حال گفتن	-	خاموشی کی زبان میں کہنا
ہم چون	-	مثل، مانند
نیکو داشتن	-	دوست رکھنا، اچھا سلوک کرنا

(۳)

در دہر ہر آنکہ نیم نانی دارد
وز بہر نشست آشیانی دارد
نہ خادم کس بود نہ مخدوم کسی
گو شاد بزی کہ خوش جہانی دارد

الفاظ و معانی

نیم نانی - آدھی روٹی
وز بہر - (و+از+ بہر) اور... کے لیے (بہر/ از بہر: کے لیے)
نشست - بیٹھنے کی جگہ، (نشستن سے حاصل مصدر) مراد ہے "رہنا"
آشیان - ٹھکانہ، گھونسلا، مکان کی چھت
مخدوم - جس کی خدمت کی جائے (ضد: خادم)
شاد زیستن - خوشی خوشی زندگی گزارنا
بزی - (زیستن کا امر) زندگی گزارو، جیو
خوش جہانی - تروتازہ دنیا، خوش وخرم دنیا

(۴)

ہنگام سپیدہ دم خروسِ سحری
دانی کہ چرا می کند نوحہ گری
یعنی کہ نمودند در آیینۂ صبح
از عمر شبی گزشت و تو بی خبری

الفاظ ومعانی

دانی - تم جانتے ہو، (دانستن سے مضارع حاضر)
سپیدہ دم - صبح صادق
خروس - مرغ (مؤنث: ماکیان)
خروسِ سحری - صبح کو بانگ دینے والا مرغ
نوحہ گری - ماتم کرنا

غور کرنے کی باتیں:

☆ رباعی کا پیمانہ فقط چار مصرعوں تک محدود ہوتا ہے۔ لیکن ان چار مصرعوں میں عام طور پر تسلسل کے ساتھ ارتقا بھی رہتا ہے یعنی ہر مصرعہ خیال کو آگے بڑھاتا ہے۔ پہلے مصرع میں شاعر ہمیں اپنے

خیال سے روشناس کراتا ہے اور پھر دوسرے اور تیسرے مصرع میں اس خیال کی وضاحت کرتا ہے، خصوصاً تیسرا مصرع ارتقائے خیال میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور چوتھے میں موثر انداز سے خیال کی تکمیل ہوتی ہے۔

☆ تین چیزیں ہیں، لفظ بنانے کا علم، جملہ بنانے کا علم اور مصرع بنانے کا علم یعنی صَرف، نحو اور عَروض۔ شاعر اگرچہ صَرف اور عَروض کی پابندی کرتا ہے، لیکن کبھی کبھی نحو کی پابندی بھی کرتا ہے۔ اس حالت میں شعر کی نثر نہیں بن سکتی ہے۔ کیوں کہ شاعری اور نثر میں ایک بڑا فرق یہی ہے کہ شاعر عموماً علمِ نحو کا پابند نہیں ہوتا۔ اگر نثر نہ بن سکے تو یہ ''سہلِ ممتنع'' کی ایک شکل ہے۔

☆ اگر ایک ہی مصدر، یا بنیادی لفظ سے بنا ہوا دو یا دو سے زیادہ لفظ شعر میں آجائیں تو یہ ''اشتقاق'' ہے۔ ہوسکتا ہے ایسے الفاظ ایک دوسرے کی ضد بھی ہوں۔ اس صورت میں یہ ''اشتقاق و تضاد'' ہے۔

☆ کسی لفظ کا آخری ٹکڑا اگر دہرایا جائے جیسے ''بخارارا'' تو یہ ''تجنیس مکرر'' کہلاتا ہے۔

☆ دو لفظ میں اگر ایک حرف زیادہ ہو جیسے آئین، آئینہ تو یہ تجنیس زائد'' ہے۔

معروضی سوالات:

۱- عمر خیاؔم کا پورا نام بتائیے۔
۲- خیاؔم کا انتقال کس صدی ہجری میں ہوا؟
۳- خیاؔم جس قبرستان میں مدفون ہوئے اس کا نام بتائیے۔
۴- خیام نے جس کلینڈر کو تیار کیا تھا، اس کا نام کیا ہے؟
۵- خیام کس بادشاہ سے منسلک تھے؟
۶- خیام کے ایک مشہور ہم عصر نے مدرسہ نظامیہ قائم کیا، ان کا نام کیا ہے؟
۷- خیاؔم کی دو مشہور کتابوں کے نام لکھیے۔
۸- خیاؔم نے جس صنف میں شاعری کی ہے اس صنف کا نام بتائیے۔

۹- داخلِ نصاب رباعی سے ''تجنیسِ مکرر'' کی مثال ڈھونڈیے۔
۱۰- ''نہ خادم کس بود نہ مخدوم کسی'' اس مصرع میں کون سی دو شعری صنعت ہے؟
۱۱- خیّام کی کون سی رباعی کی نثر نہیں بن سکتی؟
۱۲- کیا خیّام کی پہلی رباعی غیر خصی ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱- رباعی کے مختلف مصرعوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے، مگر کیسے؟
۲- خیّام کی کسی ایک رباعی کی تشریح کیجیے۔
۳- فارسی رباعی کی تاریخ پر مختصر نوٹ لکھیے۔
۴- خیّام نے رباعی میں کمھار کے قصے سے کیا بتانا چاہا ہے؟ وضاحت سے لکھیے۔

عملی کام:

۱- خیّام کی کوئی ایک رباعی جو آپ کو پسند ہو، زبانی یاد کیجیے۔
۲- دوسری کتابوں کی مدد سے خیّام کی چند رباعیاں جمع کیجیے۔
۳- خیّام کی کسی رباعی کا خلاصہ لکھیے۔

سحابی استر آبادی

ابوسعید سحابی، صفوی دَور میں غزل اور رباعی کے ممتاز شاعر گزرے ہیں۔ استر آباد، گرگان کو اُن کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نجفِ اشرف اُن کا وطن ثانی ہے جہاں انھوں نے مدتوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضۂ اطہر کی جاروب کشی کی۔ اسی لیے انھیں ''استر آبادی، نجفی'' بھی کہا جاتا ہے۔

سحابی اگرچہ شاہ عباس صفوی کے دربار سے متوسّل تھے لیکن حقیقتاً وہ ایک درویش صفت اور صوفی مشرب انسان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنا دیوان دریابُرد کر دیا تھا کیوں کہ وہ اسے اپنی روحانی ترقی میں رکاوٹ تصور کرتے تھے۔ پھر بھی جو کلام دستیاب ہے اس میں غزلیات اور قطعات کے علاوہ اصل ذخیرہ ان کی رباعیات کا ہے۔ ابوسعید سحابی کی وفات ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء میں ہوئی۔ فیضی، نظیری، ظہوری ترشیزی، طالب آملی اور محتشم کاشانی جیسے مشہور اور بڑے شعرا ان کے معاصرین میں شامل ہیں۔

سحابی کی اصل شہرت ان کی رباعیوں سے ہے۔ مختلف کتابوں میں ان کی رباعیوں کی تعداد چھ ہزار سے سترہ ہزار تک بتائی گئی ہے۔ صائب تبریزی کا مصرع ''رباعی گر مسلّم شد ز موزونان سحابی را'' ان کی استادانہ حیثیت کو ظاہر کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے ان کی رباعیوں کو رباعیاتِ خیام کے ہم پلّہ قرار دیا ہے۔ سحابی کی رباعیوں میں فلسفہ، تصوف، علمِ کلام اور اخلاقیات کے مسائل و مضامین نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ زبان میں نظم ہوئے ہیں۔ اخلاقِ حسنہ کے مسائل کا بیان، رباعیاتِ سحابی کا نمایاں وصف ہے۔

رباعیاتِ سحابی

(۱)

آن گنجِ خفی نکرد ظاہر شان را
تا خَلق نکرد حضرتِ انسان را
شمع است نمایندۂ کس در شبِ تار
ہرچند کہ خود ساختہ باشد آن را

الفاظ و معانی

خفی - پوشیدہ، چھپا ہوا، مخفی
شان - شوکت، عظمت (جمع: شئون "شان" اسم بھی ہے اور ضمیر متصل جمع غائب بھی ہے بمعنی ان لوگوں کا یا ان لوگوں کو)
خلق کردن - پیدا کرنا، تخلیق کرنا
نمایندہ - نمایندگی کرنے والا (نمودن کا اسم فاعل قیاسی)
شبِ تار - اندھیری رات (مترادفات: شبِ تاریک، شبِ دیجور، شبِ یلدا)
ہرچند - بہرحال، اگرچہ

(۲)

عالم بخروش لا الٰــــــہَ اِلاّ ھــو ست
جاہل بہ گمان کہ دشمن است این یا دوست
دریا بہ وجودِ خویش موجی دارد
خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

الفاظ و معانی

لا اللہ الا ھو - اُس کے سوا، یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں
موج - لہر، پانی کی لہر
خس - تنکا
کشاکش - کھینچا تانی، مراد ہے موجوں کی کیفیت

(۳)

آن را کہ ز ہر دو کون استغنا نیست
در بارگہِ عشقِ مقدّس جا نیست
ہر جا کہ مگس پرَد، چہ بالا چہ پَست
جز شیفتہ ربودن حلوا نیست

الفاظ و معانی

کون	-	دنیا (جمع: اکوان)
استغنا	-	بے نیازی، بے پروائی
مقدّس	-	پاک
شیفتہ	-	عاشق، عاشق ہو کر، ریجھا ہوا
ربودن	-	اُچک لینا، لے بھاگنا
بارگہ	-	آستانہ، دربار

(۴)

عالم ہمہ ورد است و طبیبی دارد
یعنی کہ محبت از بہ حبیبی دارد
کس نیست کہ از عشق درو نوری نیست
ہر ذرہ ز خورشید نصیبی دارد

الفاظ و معانی

طبیب - معالج، حکیم (جمع: اطبا)
حبیب - دوست (جمع: احبا)
نور - روشنی (جمع: انوار)
خورشید - سورج
نصیب - حصہ، تقدیر

غور کرنے کی باتیں:

☆ کسی مشہور قصہ یا قول کی طرف اشارہ کرنا تلمیح ہے۔ اس انداز سے جب کام لیا جاتا ہے تو اسے تلمیحی کلام کہتے ہیں۔ یہ شعر میں بھی ہوسکتا ہے اور رباعی میں بھی۔ عموماً تلمیح کا تعلق کسی مشہور تاریخی واقعہ سے یا قرآن و حدیث وغیرہ کے مشہور مضمون سے ہوتا ہے۔

☆ شعر میں جب ایک سے زیادہ ایسے الفاظ آئیں جو باہم نسبت رکھتے ہوں تو انھیں اصطلاحاً مناسباتِ لفظی کہتے ہیں۔ اس طرح شاعر ایک لفظ کی رعایت سے دوسرے الفاظ لاتا ہے جیسے خانہ کی رعایت سے دیوار، دریچہ اور دَر وغیرہ۔

☆ اکثر رباعی اور قطعہ بہ ظاہر ملتی جلتی چیزیں لگتی ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ رباعی میں مقطع نہیں ہوتا اور قطعہ مطلع سے خالی ہوتا ہے۔ رباعی چار مصرعوں میں محدود ہے۔ مگر قطعہ کے لیے یہ قید نہیں۔ ساتھ ہی رباعی کے لیے بحریں متعیّن ہیں۔

معروضی سوالات:

۱- سحابیؔ کی پیدائش کہاں ہوئی ؟

۲- سحابیؔ استرآبادی کس دور کے شاعر ہیں؟

۳- نجفِ اشرف میں کس خلیفہ کا روضۂ مبارک ہے؟

۴- سحابیؔ کے کسی معاصر شاعر کا نام بتائیے۔

۵- سحابیؔ کی وفات کا سال کیا ہے؟

۶- علامہ اقبالؔ نے سحابیؔ کو کس شاعر کے ہم پلّہ قرار دیا ہے؟

۷- سحابیؔ کس کے دربار سے وابستہ تھے؟

۸- سحابیؔ نے اپنا دیوان کیوں دریابُرد کر دیا؟

۹- سحابیؔ کی جو رباعی آپ کو پسند ہو، اُس کی تشریح اپنی زبان میں کیجیے۔

تفصیلی سوالات:

۱- ''آن گنجِ خفی'' کے اشارے کی وضاحت کیجیے۔

۲- ''لَااِلٰہَ اِلَّا ھُو'' کا مفہوم کیا ہے؟ شاعر نے اسے کس طرح سمجھانا چاہا ہے اور ہمیں کیا سکھایا ہے؟

۳- ''ہر جا کہ مگس پرد چہ بالا چہ پست'' اس مصرع میں شاعر نے کس صنعت سے کام لیا ہے؟ مثال کے ساتھ لکھیے۔

۴- سحابی کی رباعی گوئی پر مختصر نوٹ لکھیے۔

۵- سحابی کی کسی ایک رباعی کی تشریح کیجیے۔

عملی کام:

۱- اپنی پسند سے سحابی کی کوئی رباعی زبانی یاد کیجیے۔

۲- سحابی کی رباعیوں میں جن شعری صنعتوں کا استعمال ہوا ہے، انھیں تلاش کیجیے۔

نصاب برائے درجہ یازدہم (فارسی)

مقاصد اور اہمیت

ہندستان کو فارسی کا وطن ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس ملک میں اس زبان و ادب کی تاریخ قدیم بھی ہے اور قومی بھی۔ یہ زبان ایک طویل مدت تک ہندستانی جنت نشان کی سرکاری زبان رہ چکی ہے اور بہ انداز خاص سنسکرت اور اوستا کے خواہرانہ رشتہ کی یاد دلاتی رہی ہے۔ پھر زمانہ بدلا اور فارسی کی تداولی حیثیت میں فرق آیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اردو کے رشتے سے آج بھی اپنے اثرات اور اپنی اہمیت و ضرورت کا ہمیں بہ ہمہ وجوہ احساس دلا رہی ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی ان ریاستوں کے لیے جہاں آج اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے، فارسی کی عصری و تعلیمی اہمیت محتاج بیان نہیں کیوں کہ یہ اردو کی معنویت کو دوبالا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اگر ہم (بہ شکل اردو) کسی ریاست کی ثانوی ریاستی زبان کو مضبوط و مستحکم بنانا اور اسے مفید و کارآمد بنائے رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں فارسی کی تعلیم کے انتظام و انصرام پر توجہ بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

صرف اردو ہی کیا، حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح ہندستان کی کشمیر جیسی ریاست کی زبان، ایرانی پراکرت سے اپنا رشتہ رکھتی ہے اور جس طرح اس ملک کی دیگر بڑی بڑی علاقائی اور ریاستی زبان پر فارسی کے نقوش و اثرات مرتب ہوئے ہیں اور آج بھی وہ بشرط التفات تمام تر سہولتوں کے ساتھ جس طرح ہمارے سامنے آتے ہیں انھیں دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آریائی لسانیاتی رشتہ سے فارسی کی تعلیم پر توجہ، گویا ہندوستان کی مختلف علاقائی اور ریاستی زبانوں کے لسانیاتی و لفظیاتی استحکام پر توجہ کے مترادف ہے۔ اردو اور ہندی اگر سگی بہنیں ہیں اور اردو کے لیے فارسی کی اہمیت و ضرورت طے شدہ ہے تو پھر یہ کہنا کیوں کر مبالغہ ہو سکتا ہے کہ فارسی کی تعلیم سے ہندی شبد کوش کو فائدہ پہنچنا خارج از امکان نہیں ہے۔ لسانیات کی تاریخ گواہ ہے کہ فارسی نے ہندوستان کو بہت ساری بھلائی ہوئی آریائی آوازیں یاد دلائی ہیں اور انھیں ہمیشہ کے لیے ذہنوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ نسل در نسل ملک کی بہت بڑی آبادی کو بایں لحاظ اس قوت میں اضافہ سے نوازا ہے جسے طلاقتِ لسانی کہتے ہیں، بول چال میں تلفظ کی درستگی، حسن ادا اور لب و لہجہ میں کرختگی کے بجائے نرمی و شیرینی اور صفائی و نفاست کے لیے فارسی کی اہمیت اور اس کا اثر واضح۔ یہ شیریں زبان ہے تو بے شک یہ دلوں کو جیت لینا بھی جانتی ہے۔

فارسی کا ہندوستان سے رشتہ نہ تو معمولی ہے اور نہ ہی کسی اعتبار سے کم اثر اور کم فائدہ بخش۔ بات ہندوستان میں تعلیم یا ذریعہ تعلیم بننے والی زبان کی ہو یا اخلاقیات و عرفانیات کے توسط سے قومی یکجہتی کے مضبوط و سدابہار عناصر کو فروغ دینے کی، بہر حال فارسی کی تاریخی و تہذیبی اثرات مسلّم ہیں۔ ہندستان، ایران کے بعد فارسی کا دوسرا بڑا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اگر فارسی کی تاریخ سے دور ہندوی کے اکتسابات ہٹا دیے جائیں تو فارسی کا ادبی و علمی رنگ روپ کا پھیکا پڑ جانا لازمی ہے۔ ہندوستان کے لیے بھی فارسی کی گوناگوں اہمیت ہر دور میں رہی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دکن کے مقابلے میں شمالی ہند کے تہذیبی افتخارات اسی زبان و ادب کی بدولت نمایاں رہے اور آج بھی کسی نہ کسی طرح تاریخی تداول، کے یہ اثرات غیر محسوساتی نہیں۔ فارسی کے صرف ایک کلاسیکل زبان یا تاریخی تبرک ہونے کا تصور غلط بھی ہے، خطرناک اور نقصان دہ بھی کیوں کہ ہندستان میں چاہے اس کے ماضی کی طرح آج اس کا حال شاندار نہ ہو، لیکن مشرق وسطیٰ میں عربی کے بعد سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی زبان ہے۔

لہٰذا ثقافتی و سیاسی روابط اور ملک و بیرون ملک کے مخطوطات اور تہذیبی آثار کتبات سے استفادہ کے لیے اس زبان کی عصری ضرورت و اہمیت سے انکار کا سوال ہی نہیں بیشتر ملکوں سے صحافتی و سفارتی اور ثقافتی تعلقات کی بحالی و تازہ کاری میں اس زبان سے کافی مدد کا حصول ممکن ہے۔

اندرونِ ملک معاملات پر نظر ڈالیں تو فارسی کی اہمیت یہ ہے کہ آرکائیوز، دستاویز، عدالتی کاغذات، اہم فرامین اور مختلف نوعیت کے ریکارڈ کو پڑھنے اور سمجھنے اور مختلف نوعیت کی علمی و ادبی تحقیقات کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے فارسی کی ضرورت و اہمیت روشن ہے۔ اس زبان کی مدد سے نہ صرف یہ کہ فرانسیسی جیسی بعض اہم مغربی زبان سے، بشرطِ خواہش ہم قریب ہو سکتے ہیں بلکہ مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک میں پہنچ سکتے اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کو آسان بنا سکتے ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کے بیرونی پروگراموں کے لیے بعض غیر ملکی تجارتی روابط و خطوط کے لیے اس زبان سے آشنائی عصری ضرورت و اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سارے ایسے ثقافتی فنون اور ہندوستان کے مسلم ہی نہیں غیر مسلم فنکاروں کی مختلف علوم و فنون میں ایسی بہت ساری یادگاریں موجود ہیں، جن کی مغربی ممالک میں بڑی قدر ہے اور ان کی تفہیم، فارسی کے بغیر ممکن نہیں۔ آج کی دنیا امن و سکون کی تلاش میں ہے۔ یہ موجودہ تہذیب کی عالمگیر ضرورت بھی ہے۔ فارسی کا اخلاقیاتی ذخیرۂ ادب اس لحاظ سے موجودہ دور میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک تعلیمی مضمون کی حیثیت سے فارسی نہ صرف مرکزی بلکہ صوبائی سطح کے مقابلہ جاتی امتحانات میں شرکت کرنے والے طلبہ کے لیے بھی، ان کی کامیابیوں کو روشن بناتی رہی ہے۔

غرض کہ متعدد عصری فوائد اور عصری ضرورتیں فارسی کی ارزش اور قدر و قیمت کا احساس دلاتی ہیں۔ ان ہی معنویتوں کے پیش نظر فارسی نصاب کا یہ خاکہ ماہرین کے مخلصانہ تعاون سے مرتب کیا گیا ہے۔

وضاحت

فارسی زبان و ادب کی اہمیت اور ہندستان کی تاریخ و تہذیب سے ان کا گہرا رشتہ محتاج بیان نہیں۔ بیشک ہمارے ملک میں فارسی ادب کی تاریخ قدیم ہی نہیں غنی بھی ہے۔ اور مختلف جہتوں سے اس کی عصری و معاشرتی افادیت علیٰ حالہ برقرار ہے۔ چنانچہ ان ہی افادی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے درجہ چہارم سے یازدہم تک فارسی طلبا کے لیے یہ نصابی خاکہ مرتب کیا گیا ہے۔ آخری کڑی، درجہ یازدہم اور دوازدہم کے اس نصابی خاکے کو ہر لحاظ سے جامع بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ اس نصابی سلسلہ کے تحت جماعت دہم تک طلبا کے مبلغ علم میں اضافہ کی جو متوقع صورتیں بروئے عمل آ چکیں، انھیں مدنظر رکھتے ہوئے گیارہویں اور بارہویں جماعت کے لیے یہ نصاب اس انداز سے مدوّن کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ کے لیے اپنے بڑے اور بنیادی اہداف سے محروم نہ رہیں اور ترتیب نصاب کی ارتقائی کیفیت پوری طرح اُبھر کر سامنے آ جائے۔ طلبا میں خود اعتمادی پیدا ہو، ان کی معلومات میں اضافہ کا احساس نمایاں ہو اور انھیں اس طرح ادبی مسرت اور بصیرت میسر آئے کہ وہ اپنے آئندہ تعلیمی ادوار میں اس مضمون کے انتخاب کی اہمیت سمجھیں، اس سے دلچسپی لیں اور فارسی پڑھنے کے رجحان اور حوصلہ کو نئی پیڑھی میں زیادہ سے زیادہ تقویت ملتی رہے۔

ان مقاصد کے تحت نصاب کے مشمولات اس طرح یکجا و مرتب کیے گئے ہیں کہ ان سے فارسی زبان و ادب کی تاریخ، اس کے مختلف ادوار اس کے مختلف رجحانات سبک ہمارے طلبا کے سامنے آ جائیں۔ قدیم و جدید اصناف نثر کے بہترین نمونوں سے ان کی واقفیت ہو اور شاعری کی ہیئتی و موضوعی اور جدید تہذیبی اصناف کی مناسب معلومات انھیں میسر آ جائیں۔ ان کے ادبی و علمی اور فکری

ذوق کو جلا میسر ہو، سماجیات، عصریات، ماحولیات واخلاقیات نیز ہمہ گیر انسانی اقدار کی تفہیم اور فروغ میں ان کا کردار معاون بن سکے، عملی زندگی کی کارآمد معلومات، عصریات کے تازہ ترقیاتی موضوعات، شعرفہمی، صلاحیت تشریح وتجزیہ کی قوت اور تنقیدی استعداد، نیز ترجمہ نگاری کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ ان میں مافی الضمیر کے اظہار کی متوازن صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اور وہ تحریر وتقریر کے میدان میں ادب کے افادی پہلو سے کام لے کر ملک وقوم کی بہترین خدمات انجام دے سکیں۔

ہمارے اساتذہ کی یقیناً یہ اہم ذمہ داری ہے اور ہمیں اُمید قوی بھی کہ وہ اپنے بہترین تدریسی تجربات سے کام لیتے ہوئے مذکورہ تدریسی مقاصد کو کامیاب بنانے میں حقیقی معاون ثابت ہوں گے اور کسی بھی موقع پر فارسی طلبہ وطالبات کو نہ تو احساس کمتری کا شکار ہونے دیں گے اور نہ ہی انھیں اس شیریں زبان اور اس کے اعلیٰ ادب سے بد دل ہونے کا کوئی موقع آنے دیں گے۔ زبان کا احترام دراصل انسانوں کا احترام ہے اور کسی زبان کی کسی بھی نہج سے توہین درحقیقت تہذیبوں اور تمام بنی نوع انسان کی توہین ہے۔ اور بے شک زبان وادب کا مستقبل طلبا کے ذریعہ بنتا ہے مگر اساتذہ کی محنت ومشقت کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

کتاب کا خاکہ

درجہ (XI)

شاعری

حمد	-	۱
غزلیں	-	۶ (۲+۲+۲)
مرثیہ	-	۱
مثنوی	-	۱
نظمیں	-	۲ (۱+۱)
رباعیاں	-	۸ (۴+۴)

نثر

حکایتیں	-	۶ (۲+۲+۲)
مکتوبات	-	۲
افسانہ	-	۱
سفرنامہ	-	۱
تذکرہ	-	۱
ڈراما	-	۱
مقالات	-	۳

(الف) فارسی زبان وادب : عہد اکبری کے بعد
(ب) فارسی زبان وادب : سلجوقی اور تاتاری دور
(ج) جدید فارسی شاعری

فارسی زبان وادب کی مختصر تاریخ

(برائے درجہ یازدہم ودوازدہم)

گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے فارسی کی الگ الگ درسی کتابوں کے ساتھ، فارسی قواعد اور فارسی زبان وادب کی تاریخ پر کتابوں کی تیاری بھی ہمارے منصوبے میں شامل ہیں۔ فارسی قواعد کی کتاب کے بارے میں تفصیلات اپنے مناسب مقام پر درج کی گئی ہیں۔ جہاں تک فارسی زبان وادب کی تاریخ کا تعلق ہے، اس موضوع پر ترتیب پانے والی کتاب کے تین داخلی حصے ہوں گے:

(الف) فارسی زبان وادب: قبل از اسلام

(ب) فارسی زبان وادب: بعد از اسلام در ایران

(ج) فارسی زبان وادب: در ہند

پہلے حصے میں ادب قدیم کے تعلق سے زبان، نثر اور نظم کی تاریخ اختصار کے ساتھ بیان ہوگی اور ضروری ذیلی مباحث کے ساتھ پارسی باستان، اوستا، پہلوی، اشکانی اور ساسانی کا ذکر کیا جائے گا۔ حصہ "ب" کی تقسیم اس طرح ہوگی:

ماقبل عہد غزنوی (عہد طاہری، صفاری وسامانی)

عہد غزنوی

عہد سلجوق (ابتدائی واواخر)

ماقبل عہد منگول

عہد منگول

عہد ایلخانیان وتیموریان (ابتدائی واواخر)

عہد صفویہ

عہد قاچار

عہد پہلوی (عہد بازگشت ومشروطہ وعہد جدید)

عہد انقلاب اسلامی (عہد امروزہ)

کتاب کا تیسرا حصہ "دور ہندوی" کے لیے مخصوص ہوگا، اس میں درجہ ذیل عناوین کے تحت گفتگو ہوگی:

ماقبل عہد مغلیہ (عہد ممالیک، خلجی، تغلق، سید ولودی)

عہد مغلیہ (قبل از عہد اکبری، عہد اکبری وبعد از عہد اکبری)

عہد انگلیسی

عہد آزادی (عہد امروزہ)

کتاب میں ہر عہد کے تعلق سے مختصر سیاسی تاریخ، متعلقہ خاندان، زبان، نثر ونظم، اہم ادبی رجحانات اور تہذیبی وسماجی

اثرات کی طرف ضروری اشارے کیے جائیں گے۔ اہم کتابوں کا تذکرہ ہوگا، اہم شاعروں اور ادیبوں کا ذکر آئے گا، قدیم وجدید اصناف کی ارتقائی کیفیت ظاہر کی جائے گی۔ اہم ادبی وشعری سبک نیز ہر عہد کے اہم مجموعی اختصاصات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ ہر عنوان کے اختتام پر، مزید مطالعے کے لیے چند کتابوں کی نشاندہی کی کوشش بھی ہوگی تاکہ طلبہ کی دلچسپی اور کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو سکے اور فارسی زبان وادب کی تاریخ کا واضح نقشہ طلبہ کے ذہن میں مرتسم ہو سکے۔

فارسی قواعد

(برائے درجہ یازدہم ودوازدہم)

زبان وادب کی تدریس وتعلیم اور اس کے پُر مغز مطالعے میں معاون درسی کتابوں کی اہمیت وضرورت روشن ہے۔ قواعد وتاریخ سے آشنائی کے بغیر ہرگز کام نہیں چل سکتا۔ گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے فارسی کی درسی کتابوں کے علاوہ، ہمارے اشاعتی نصابی منصوبے میں، معاون کتابوں کی تیاری بھی شامل ہے۔ ایک معاون کتاب فارسی زبان وادب کی تاریخ پر ہوگی اور دوسری فارسی قواعد کے موضوع پر۔ تاریخ ادبیات فارسی کی کتاب کا خاکہ اپنے مناسب مقام پر دیا گیا ہے اور فارسی قواعد کی کتاب کا خاکہ حسب ذیل ہے:

- تشکیل زبان فارسی
- لسانیات وقواعد: چند اشارے
- صوتیات وقواعدی علم ہجا
- صرفیات (قواعدی علم صرف)
- نحویات (قواعدی علم نحو)
- رسم الخط وقواعد املا نویسی
- بلاغت (بیان وبدیع)
- عروض (علم قوافی وقواعد تقطیع)
- ترجمہ نگاری سے متعلق چند باتیں
- مضمون نگاری اور جواب نویسی کے چند اصول واشارات
- فرہنگ اصطلاحات

مذکورہ عناوین وموضوعات کے تحت کتاب کی ترتیب اور مباحث کی پیش کش اس طرح ہوگی کہ طلبا لسانیات، خصوصاً تشکیلی، تجزیاتی وتوضیحی لسانیات کی اصطلاحوں اور ان کی مبادیات سے بھی آشنا ہو سکیں۔ قواعدی مباحث کو حسب مواقع، خاکوں کی مدد سے آسان اور ذہن نشین بنانے کی کوشش ہوگی۔ قواعدی تفہیم میں اردو زبان کے ایسے متوازی اشارات سے کام لیا جائے گا جو ترجمہ کی صحت یا عدم صحت کو پرکھنے میں طلبا کے لیے سہولتیں پیدا کریں۔ مختلف مباحث کے ساتھ، حسب موقع چھوٹی چھوٹی لیکن ایسی اہم اور کارآمد قواعدی یادداشتیں بھی ہوں گی جو طلبا کے لیے باریک ونفیس لیکن ضروری فرق ذہن نشین رکھنے میں مددگار ہوں۔ کتاب کے آخر میں ترجمین کے تعلق سے کچھ کارآمد نکات کا بیان ہوگا اور انشا پردازی ومضمون نویسی کے تعلق سے چند اصول لکھے جائیں گے تاکہ جواب نویسی کے کام میں انھیں عملاً مدد ملے اور وہ سوالات کے موضوع اور مطلوب کو صاف طریقے سے سمجھنے میں آسانی محسوس کریں۔ بعد ازیں کتاب میں آنے والے بعض ایسے الفاظ کی مختصر فرہنگ ہوگی جو اصطلاحات کا درجہ رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marks Division (Persian)

<u>درسی کتاب</u>

حصۂ نثر (الف) معروضی سوالات	05
(ب) ایک مختصر جواب (50 الفاظ میں)	04
(ج) ایک تنقیدی سوال (100 الفاظ میں)	15 = 06
حصۂ نظم (الف) معروضی سوالات	05
(ب) ایک مختصر جواب (50 الفاظ میں)	04
(ج) ایک تنقیدی سوال (100 الفاظ میں)	15= 06
۲-فارسی زبان وادب کی تاریخ	
(الف) معروضی سوالات	05
(ب) ایک مختصر جواب (50 الفاظ میں)	04
(ج) ایک تنقیدی سوال	15= 06
۳- قواعد	15
۴-ترجمہ (الف) اردو سے فارسی/ فارسی سے اردو	10
(ب) فارسی سے اردو (نصابی متن سے)	20 = 10
۵-غیر نصابی متن (unseen)	
معروضی سوالات 2 x 5	10 = 10
۶-مضمون نویسی (100 الفاظ میں)	10= 10
	100

ہدایات ۱- ہر مختصر یا تفصیلی سوال کے کم از کم چار متبادل پوچھے جائیں گے۔

۲- غیر نصابی متن (unseen) میں نثر اور نظم دونوں سے ایک ایک نمونہ دیا جائے گا۔ طالب علم کسی ایک متن کے معروضی جوابات دیں گے۔

۳- مضمون نویسی کے حصے میں کم از کم پانچ موضوعات دیئے جائیں گے جن میں سے کسی ایک موضوع پر طالب علم جواب دے گا۔

۴- XI ویں درجے میں ۲۰ فی صد نمبر زبانی امتحان کے لیے مخصوص ہوں گے۔

लाल-ओ-गुहर (फ़ारसी भाषा की पाठ्य-पुस्तक)
ग्यारहवीं कक्षा के लिए

बिहार स्टेट टेक्स्टबुक पब्लिशिंग कॉरपोरेशन लिमिटेड पटना

आवरण पृष्ठ एवं डिजाइन ज्ञान सिक्योरिटी प्रेस (प्रा०) लि०, लखनऊ द्वारा मुद्रित